ہزارہ کمیونٹی: کیا ایک ہزار سال تک قتل ہو گی؟

تحریر: سہیل احمد لون

گزشتہ ماہ نیوزی لینڈ کی مسجد میں دہشت گردی کا سانحہ پیش آیا جس کے نتیجے میں 49 انسان موقع پر ہی جان سے چلے گئے۔ دہشت گردی کرنے والا آسٹریلوی باشندہ چند گھنٹوں میں گرفتار کر لیا گیا اور قانونی تقاضے پورے کرنے کے لیے اسے عدالت میں پیش بھی کر دیا گیا۔ نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم محترمہ Jacinda Ardern نے فوری ردعمل دیا اور واضح الفاظ میں اسے دہشت گردی کا واقعہ قرار دیا۔ اس سانحے کے رونما ہونے پر شرمندگی کا اظہار کیا اور متاثرہ خاندانوں کے ساتھ صرف الفاظی ہی نہیں بلکہ عملی یک جہتی کا مظاہرہ بھی کیا ۔متاثرین خاندان کے درمیان سر ڈھانپ کر گئیں اور ان سے ہاتھ جوڑ کر معافی بھی مانگی اور ان کے غم میں شامل ہونے کے لیے سرکاری سطح پر تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں مختلف ممالک کے سربراہان نے بھی شرکت کی ۔وزیر اعظم Jacinda Ardern نے اس تقریب میں مخصوص لباس کا انتخاب کیا تھا جس مقصد دہشت گردوں کو یہ پیغام دینا تھا کہ وہ ان سے آہنی ہاتھوں سے نبٹیں گے۔ پارلیمنٹ نے اسلحہ رکھنے پر فوری ایک قانون پاس کر کے اسے نافذ العمل بھی کیا۔ جب ملک کا سربراہ ایسا عمل کرے تو اس کا اثر نیچے عوام تک بھی جاتا ہے شاید یہی وجہ ہے اسکے بعد ہونے والے جمعہ کی نماز میں نیوزی لینڈ کے باشندوں نے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ساتھ مل کر رضا کارانہ طور پر نمازیوں کو تحفظ فراہم کیا۔ نیوزی لینڈ کی غیر معروف وزیر اعظم کو انکے اس جرات مندانہ اقدام سے دنیا میں اتنی پزیرائی ملی کہ انکا شمار دنیا کے مشہور سربراہان مملکت میں ہونے لگا۔ دہشت گردی کا نشانہ بننے والے واپس تو نہیں آ سکتے مگر متاثرہ خاندانوں کے زخموں پر بہر حال ہمدردی، احساس اور فوری انصاف کا مرہم ضرور رکھا گیا۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں میں دہشت گردی کے واقعات پر کافی حد تک قابو پا لیا گیا ہے مگر اسکے باوجود دہشت گرد کسی نہ کسی طرح کوئی واردات کرنے میں کامیاب ہو ہی جاتے ہیں۔ جمعہ کے روز ہزارہ جنگی مارکیٹ کوئٹہ میں دہشت گردی کا سانحہ رونما ہوا جس میں بیس افراد موقعہ پر ہی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اڑتالیس شدید زخمی ہوئے۔ اگر ہلاک شدگان اور زخمیوں کی تعداد دیکھیں تو یہ ایک بڑے سکیل کی دہشت گردی کا واقعہ تھا مگر حسب روایت ہزارہ کمیونٹی کو تیسرے درجے کا شہری تصور کر کے انکی خبر کی تشہیر میڈیا میں اس انداز سے نہ کی گئی اور نہ ہی حکومت وقت کی طرف سے کوئی ایسا ردعمل نظر جیسا نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم نے دیا تھا۔ کیا اگر ایسا سانحہ لاہور میں کسی دربار پر ہوتا تو بھی میڈیا اور حکومتی ردعمل ایسا ہی ہونا تھا؟ ہزارہ کمیونٹی پر ایسی قیامت پہلی بار نہیں ٹوٹی اگر گزشتہ اٹھارہ برس کا ریکارڈ چیک کریں تو معلوم پڑتا ہے کہ ہزارہ کمیونٹی 2001 سے لیکر اب تک تقریباً 23 مرتبہ دہشت گردی کا نشانہ بن چکی ہے اور آج تک کبھی کوئی دہشت گرد یا اسکا ذمہ دار یا سہولت کار نہیں پکڑا گیا، اس کے متعلق کوئی قانون سازی کرنے کا نہیں سوچا گیا، کسی حکومتی سربراہ نے متاثرہ خاندان سے یک جہتی کے لیے انکے ساتھ ہونے والی ناانصافی اور ظلم پر معافی نہیں مانگی۔ 2013ء کے آغاز میں بلوچستان میں ہزارہ کمیونٹی کے ساتھ دہشت گردی کا سانحہ پیش آیا تو تاریخ میں پہلی مرتبہ خون منجمد کر دینے والی سردی میں 86 لاشوں کے ساتھ پر امن احتجاج کیا، حکومتی اہل کاروں نے احتجاج کرنے والوں کو سیاسی لولی پاپ دیکر گھر بھیج دیا، اور

حیرت کی بات یہ ہے کہ اُس وقت لولی پاپ دینے والوں میں موجودہ وزیر اعظم عمران خان بھی موجود تھے جنہوں نے اُس وقت حکومت کو سخت تنقید کا نشانہ نہ بنایا لیکن آج اپنی حکومت میں ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگی یقیناً سیاست کے سینے میں دل نہیں ہوتا۔ 2014ء کے آغاز میں پھر ہزارہ کمیونٹی دہشت گردی کے زیر عتاب آئی تو انہوں نے دوسری مرتبہ لاشوں سخت سردی میں سڑکوں پر رکھ کر پر امن احتجاج کیا اس مرتبہ لاشون کی تعداد 26 تھی جسے ماضی کی طرح حکومت نے ''گولی'' دیکر ختم کروا دیا۔ دہشت گردوں اور حکومتی ایوانوں سمیت قانون نافذ کرنے والے اداروں میں ہزارہ کمیونٹی پر ہونے والے دہشت گردی کے واقعات کے لیے کوئی تبدیلی نہ آئی مگر ہزارہ کمیونٹی میں یہ تبدیلی ضرور آ گئی کہ انہوں نے زندہ لاش بن کر لاشوں کے ساتھ احتجاج کرنا بند کر دیا۔ جسے دیکھا جائے تو یہ کوئی مثبت تبدیلی نہیں بلکہ تبدیلی سرکار کے لیے بھی باعث شرمندگی ہے۔ وقت اپنی مخصوص رفتار میں گزر جاتا ہے جو کسی کا انتظار نہیں کرتا، عقلمند انسان اپنے گزرے وقت یعنی ماضی میں کی گئی غلطیوں سے سیکھ کر اپنا حال اور مستقبل بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ انسانی عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ ایک غلطی بار بار نہیں کرتا بلکہ ہر مرتبہ کوئی نئی غلطی کر کے مزید سیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہماری موجودہ حالت دیکھ کر لگتا ہے کہ ہم کو کوئی غلطی کر کے کچھ نیا سیکھنے کی ابھی کوئی ضرورت نہیں مخصوص گروہ یا مخصوص ذہنیت کے لوگوں کو بار بار اقتدار میں لا کر ہم یہ کیسے سوچ سکتے ہیں کہ حالات بہتر ہو جائیں گے۔ حکومت کرنے والوں نے بس اپنی باری بدلی ہے، انداز نہیں۔ دہشت گرد آج بھی اپنا ''مقدس'' فریضہ سرانجام دینے میں مصروف عمل ہیں۔ دہشت گرد اور سانپ میں ایک چیز مشترک ہوتی ہے کہ ''دونوں انسان کے دوست نہیں ہوتے''۔ ان سے جان بچانے کا ایک ہی فارمولہ ہے کہ ان کے سر کچل دو۔ فسادی نما ''جہادی'' وہ سانپ ہیں جن سے میڈیا بھی کانپتا نظر آتا ہے خصوصاً جب بات اقلیتی برادری کی ہو۔ یہ عام سانپ تو ہیں نہیں جنہیں اپنی جان کی فکر ہو، یہ تو اپنی بل یا پٹاری سے باہر نکلتے ہی مرنے کے لیے ہیں کیونکہ سارا کمال بین بجانے والے کا ہے جو ''جہاد'' کی بین بجا کر انکو ایسا مست کر دیتا ہے کہ انکو اپنی جان دینے میں خوشی اور فخر محسوس ہوتا ہے۔ ''جہادی'' سپیروں نے ان سانپوں کو صرف بلوں اور پٹاریوں تک ہی محدود نہیں کیا بلکہ مخصوص سانپوں کو خاص بندوں کی آستینوں میں بھی رہنے کا بندوبست کیا ہوتا ہے جہاں وہ اس ہاتھ کو ڈسنے سے بھی گریز نہیں کرتے جن ہاتھوں سے اس نے دودھ پی کر ڈسنے والے دانت نکالے ہوتے ہیں۔ عام سانپ تو اس وقت ڈستا ہے جب اسے محسوس ہو کہ اسے کوئی نقصان پہنچائے گا مگر ''جہادی'' سانپ صرف اور صرف مرنے اور مارنے کے لیے حملہ آور ہوتے ہیں۔ عام سانپ تو ایسی جگہ جانے سے بچتا ہے جہاں رش اور ہجوم ہو مگر ''جہادی'' سانپ ہجوم والی جگہ تک رسائی حاصل کر کے ''جنت'' تک جانے کی کوشش کرتا ہے۔ سانپ کی طرح ''جہادی'' سانپوں میں بھی افزائش نسل کا عمل بہت تیز ہوتا ہے۔ شاید اسکی وجہ یہ ہے کہ انکا ''جہادی'' سپیرا مذہبی جنونی ہے جو ہر طرح کی غیر دہشتگردانہ منصوبہ بندی کو حرام سمجھتا ہے۔ ہمارے پارلیمنٹرین جیسے کسی بھی قانونی یا عدالتی فیصلے کو اپنے لیے حرام اور دوسروں کے لیے حلال قرار دیتے ہیں چاہے اس کے لیے انکو کسی کرائے کے مفتی کا بندبست ہی کیوں نا کرنا پڑے۔ ان کے حرام کو کوئی حرام کہہ دے تو اسکا جینا ہی حرام کر دیا جاتا ہے۔ دنیا میں اگر منافقت بکنے کا بازار ہوتا تو ہم اسکے سب سے بڑے ایکسپورٹر ہوتے، حرام یا حلال کے تعین کے لیے بھی ہم ہمیشہ منافقت سے ہی کام لیتے ہیں۔ کیونکہ ''جہادی'' سپیرے بھی ہماری دھرتی کے ہی ہیں تو بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اس آبائی مرض سے بالاتر ہوں۔ لہذا''

جہادی ''سپیرے بھی ''جہاد'' کی بین بجا کر دوسروں کو مرنے کے لیے مست کر دیتے ہیں مگر اس بین میں خود مست ہو کر مرنا حرام سمجھتے ہیں۔ کاش! ہمارے حکمران بھی اپنی اقلیتوں کے بارے میں نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم Jacinda Ardern کی طرح سوچیں اور عمل کریں اور ان ''جہادی'' سانپوں کو سپیروں سمیت کچل دیں ورنہ ہزارہ کمیونٹی ایک ہزار سال تک قتل ہوتی رہے گی اور کیا ہم صرف ایک زبانی کلامی مذمت سے زیادہ کچھ نہیں کر پائیں گے؟

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

14-04-2019